مسلح تصادم میں خواتین اور بچوں کی حفاظت:

اسلامی قانون اور بین الاقوامی قانون انسانیت (IHL) کی نظر میں

PROTECTION OF WOMEN AND CHILDREN DURING ARMED CONFLICT: A COMPARATIVE STUDY OF ISLAMIC LAW AND INTERNATIONAL HUMANITARIAN LAW

عائشہ ماریہ* / ڈاکٹر ثاقب جاوید**

Abstract:

A look at armed conflicts of ancient times reveals that only male members used to participate in such like conflicts and women and children used to be non-combatants and for the same reason, they were immune from any attack during these conflicts. However, with the passage of time, means and methods of warfare have been changed and women and children are also seen participating during armed conflicts, rather in some cases, women have become members of regular armed forces. Here a question arises, as to whether after taking part in conflicts, women and children lose their immunity? According to general principles of international humanitarian law (IHL), the answer can be given in affirmative to the extent of women, but to the extent of children, international law and domestic law of various countries, prohibit their participation in armed conflicts, below 18 years, and in some cases, below 16 years of age. So what would be the situation in case of participation of children in armed conflicts below 18 years of age? This paper is intended to find out answers of such like questions and suggest measures for their protection.

General principles of Islamic law and IHL are almost the same, though there is some difference in detailed rules. Islamic law extends general protection to women and children during armed conflicts and provided detailed rules regarding their protection. But as long as women and children become combatants and participate during armed conflicts as active members, they lose their protection. These general principles are incorporated in the Holy Quran, Traditions of the Holy Prophet (SAW) and in the opinions of Orthodox Muslim jurists. However, in the light of modern armed conflicts, where war is fought through artificial intelligence and cyber networks, very little work has been done by Muslim scholars, as compared to IHL. So the primary object of this paper is to discuss the principles of Islamic law and IHL in light of modern armed conflicts and to highlight the parameters for the better protection of women and children.

Key words: International Humanitarian Law, Islamic Law, Peace and Conflict Studies, Violence, Armed Conflict.

---

* ریسرچ ایسوسی ایٹ، داجیورسٹ کونسل اسلام آباد

** سول جج اسلام آباد

تعارف

آج کل کے مسلح تصادم میں، خواتین اور بچوں کو سب سے زیادہ متاثر ہونے والا طبقہ دیکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے، مسلح تنازعات کے دوران خواتین اور بچوں پر ہونے والے تشدد پر خصوصی توجہ دی جارہی ہے۔[۱]

پوری تاریخ میں، جنگیں مظالم، اور تشدد کے ساتھ لازم وملزوم دکھائی دیتی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ محبت اور جنگ کے دوران ہر چیز جائز ہے۔ اگرچہ، ہر مسلح تصادم معاشرے کے تمام افراد پر ظلم ڈھاتا ہے، لیکن خواتین اور بچے زیادہ تر متاثر ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس سے پہلے، خواتین اور بچوں کو جنگوں کی غنیمت سمجھا جاتا تھا اور دشمن قومیں خواتین کو نیچا دکھانے اور ان کی عزت پامال کرنا فخر محسوس کرتی تھیں۔

اس نوعیت کا ظلم اور بربریت قدیم زمانے تک ہی محدود نہیں ہے، بلکہ نام نہاد مہذب قوموں کے جدید مسلح تنازعات میں بھی معاشرے کے تمام کمزور افراد اور خاص طور پر خواتین اور بچوں کے خلاف بدترین مظالم دیکھنے میں آئے ہیں۔ اس وجہ سے، مسلح تنازعات کے دوران خواتین اور بچوں کے تحفظ کے مسئلے کو دور کرنے کی ضرورت ہے۔[۲] مسلح تنازعات کے دوران خواتین کے مسائل حل کرنے کی ضرورت ہے اور ان کو حل کرنے میں ناکامی کا مطلب یہ ہوگا کہ صرف متحارب فریقوں کے حقوق اور مفادات کی طرف توجہ دی جارہی ہے نہ کہ تمام کمزور لوگوں کے۔[۳] البتہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ بعض اوقات، خواتین اور بچے خود مسلح تصادم میں ایک فعال رکن بن جاتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہانسانیت کے آغاز سے ہی، خواتین مسلح تنازعات میں جکڑی ہوئی تھیں اور اس حقیقت کو خواتین سمیت مختلف یونانی اسکالروں کی تحریروں میں بیان کیا گیا ہے۔[۴]

لیکن تمام معاشروں میں خواتین اور لڑکیوں کے خلاف تشدد کے واقعات رونما ہوئے ہیں۔ تاہم، یہ مسئلہ جنگ کے آغاز اور مسلح تصادم پھوٹ پڑنے کے بعد اور زیادہ اجاگر ہوا ہے۔ اس کے نتیجے میں، خواتین اور ان کے خلاف تشدد انہی امور میں سے ہے جنہوں نے حالیہ دہائیوں میں، اقوام متحدہ کی تنظیموں جیسے جنرل اسمبلی اور اس کی قراردادوں اور رپورٹس، سلامتی کونسل اور اس کی مختلف قراردادوں اور انسانی حقوق کی تنظیموں سمیت بین الاقوامی تنظیموں کی توجہ کو سنجیدگی سے راغب کیا ہے۔[۵]

اس کے علاوہ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ، مسلح تصادم کی نوعیت بھی تبدیل ہو گئی ہے۔ اس سے پہلے دو مختلف ریاستوں یا دو لشکروں کے مابین جنگیں لڑی جاتی تھیں لیکن اب یہی صورتحال ریاستوں کے ساتھ ساتھ باغیوں، جنگجوؤں اور مختلف گروپوں کے ہاتھوں لڑے جانے والے متعدد مسلح تنازعات کے ساتھ تبدیل ہوگئی ہے۔ اس کے نتیجے میں نہ صرف تنازعات کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے بلکہ ان کی شدت میں بھی اضافہ ہوا ہے۔ مزید یہ کہ اس سے قبل مرد مسلح تنازعات کے دوران سرگرم رکن تھے لیکن اب صورتحال تبدیل ہوگئی ہے اور اس سلسلے میں خواتین کے کردار کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ خواتین مسلح

تنازعات کے دوران یا تو جان بوجھ کر یا بعض اوقات، جبراً سرگرم رکن بن چکی ہیں۔[۶] عصری تنازعات میں، خواتین متحرک فوجی بن گئیں ہیں۔ امریکی فوج کے ۱ء۱ ملین فوجیوں میں سے خواتین کی تشکیل ۶ء۱۵٪ ہے۔ خلیجی جنگ کے دوران امریکی فوج میں ۴۰۰۰۰ خواتین نے خدمات انجام دیں۔ اریٹیرین آرمی کا پانچواں حصہ بھی خواتین کے بارے میں کہا جاتا ہے۔ پولینڈ میں، ۴ء۲۱٪ خواتین فوجی ہیں۔ تاہم، اب بھی خواتین کا تناسب کل فوجیوں کی ایک بہت ہی کم تعداد کی تشکیل کرتا ہے اور ان میں سے بیشتر غیر لڑاکا ہیں، لیکن وہ مسلح تنازعات کا شکار ہو جاتی ہیں۔[۷]

لہذا، اگرچہ اکثریت والی خواتین کو غیر جنگجو سمجھا جاتا ہے لیکن زیادہ تر وہ مسلح تنازعات کا شکار ہو جاتی ہیں۔ تقریباہر تنازعہ خواتین کو معاشرے کا کمزور گروہ ہونے کے ناطے مظالم کا نشانہ بناتا ہے۔ جنگ عظیم دوئم کے دوران ہونے والے مظالم کا اظہار (Commission of Government Experts for the Study of the Convention for the Protection of War Victims, 1947 میں کیا گیا ہے۔ اس رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ:

"جب ہر عمر کی ان گنت خواتین، یہاں تک کہ بچوں کو بھی بدترین نوعیت کے غم وغصے کا نشانہ بنایا جاتا ہے: مقبوضہ علاقوں میں عصمت دری، ہر طرح کا بہیمانہ سلوک، تخریب کاری وغیرہ۔ جہاں ان علاقوں میں فوجی تعینات تھے، یا جہاں سے وہ گزرے تھے، ہزاروں خواتین کو ان کی خواہش کے خلاف کوٹھے میں داخل کیا گیا تھا یا انھیں جسمانی بیماریوں سے آلودہ کیا گیا تھا، جس کے واقعات اکثر ایک تشویشناک پیمانے پر بڑھتے ہیں۔[۸]

جولائی ۲۰۱۳ میں اقوام متحدہ کی خواتین کی تنظیم کی ایک رپورٹ میں یہ اعلان کیا گیا ہے کہ مالی میں حالیہ واقعات میں بہت ساری خواتین کو فوجی مردوں نے اغوا کیا ہے اور پھر ان کے ساتھ جنسی زیادتی کی گئی ہے۔ ۲۰ ویں صدی میں جنگ کے وقت خواتین سے عصمت دری کرنے کے حوالے سے بین الاقوامی قانون انسانیت میں ایک عظیم اور وسیع پیمانے پر تبدیلی دیکھنے میں آئی ہے کیونکہ دوسری جنگ عظیم کے دوران تقریبا ایک لاکھ سے دو لاکھ خواتین منظم طریقے سے اغوا کی گئیں اور ان کے ساتھ وحشی سلوک کر کے، جاپانی فوجیوں کو "سکون والی خواتین" کی حیثیت سے جنسی خدمات انجام دینے پر مجبور کیا گیا۔[۹]

۲۵ نومبر کو منایا گیا، خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے کے عالمی دن کے موقع پر ایک پیغام میں اقوام متحدہ کے سکریٹری جنرل بان کی مون نے کہا:

"خواتین ان گروہوں میں سے ہیں جو مسلح تنازعات کے وقت انسانی حقوق اور سرکاری اور نجی ضابطہ اخلاق کی زد میں آتی ہیں۔ تاہم، تنازعات میں مقامی یا بین الاقوامی سطح پر، ان کے حقوق کی بار بار پامالی کی گئی ہے۔[۱۰]

خواتین کو متعدد وجوہات کی بناء پر مسلح تنازعات کے دوران بھرتی کیا گیا ہے۔ کچھ معاملات میں، وہ طاقت کے ذریعہ، رضاکارانہ طور پر بھرتی ہو جاتے ہیں۔ تاہم، کچھ معاملات میں خواتین تحریکوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے دیکھا گیا ہے۔[11]

مختلف معاملات میں، خواتین مرد جنگجوؤں کے لئے جنسی غلام کے طور پر استعمال ہوتی رہی ہیں۔ تاہم، ان خطوں اور تنظیموں میں، جہاں خواتین کو جنگجو کی حیثیت سے بھرتی کیا جاتا ہے، خواتین مجموعی افواج کا ۱۰ فیصد سے زیادہ تشکیل نہیں دیتی ہیں اور کچھ شاذونادر معاملات میں، وہ کل فورس کا ایک تہائی حصہ تشکیل دیتے ہیں جیسا کہ (ایل ٹی ٹی ای) ہے۔[12]

خواتین کے علاوہ، کچھ ممالک اور تنظیموں میں بھی بچوں کو بھرتی کیا جاتا ہے جو ان کے استحصال کی طرف ایک عمل ہے۔[13] وہ بنیادی طور پر مخبروں کے طور پر شامل ہیں۔[14]

متعلقہ قانون کا اطلاق

اگرچہ، جنگوں کے پھیل جانے سے انسانی جانوں اور مالی نقصانات کا سامنا کرنا پڑا ہے، لیکن جنگوں کے آغاز سے ہی ان کو باضابطہ بنانے کی کوششیں جاری ہیں۔ جنگ کو منظم کرنے والے اولین قوانین میں مہابھارت اور(code of Humanetari) جیسی قدیم متون شامل ہیں۔(Old Testament) اور قرآن جیسی مقدس کتابوں نے بھی اس سلسلے میں اصول بیان کیے ہیں۔ تاہم، (Saint pertersbarg Declaration 1868) کی روسے. پہلی بار غیر ضروری نقصان کی ممانعت کو جنگ کے قانون کی پہلی سیڑھی سمجھا جاتا ہے۔ مذکورہ اعلامیے میں کہا گیا ہے کہ "ریاستوں کا جنگ کے دوران انجام دینے واحد جائز کام دشمن کی فوجی قوتوں کو کمزور کرنا ہے۔" آہستہ آہستہ بین الاقوامی قانون انسانیت (IHL) تدوین کیا گیا جو ۱۸۶۴، ۱۹۰۶، ۱۹۲۹ کے معاہدات اور خاص طور پر ۱۹۴۹ کے چار جنیوا معاہدات اور ان کے اضافی پروٹوکولز پر مشتمل ہے۔[15]

جنیوا کے چاروں معاہدات اور ان کے اضافی پروٹوکول میں خواتین اور بچوں کے تحفظ سے متعلق دفعات موجود ہیں۔ جنیوا کنونشن I کے فیلڈ (۱۹۴۹) میں مسلح افواج میں زخموں اور بیماریوں کی حالت کے تحفظ کے لئے آئین کے آرٹیکل ۱۲ میں کہا گیا ہے کہ خواتین کو ان کی جنس کی وجہ سے تمام تر توجہ دی جانی چاہئے۔ اسی طرح جنیوا کنونشن III کے آرٹیکل ۱۴، ۸۸ اور ۹۷ میں جنگ کے قیدیوں کے ساتھ سلوک کے سلسلے میں مزید کہا گیا ہے کہ خواتین اور مردوں کے ساتھ ان کے جنسی تعلقات کی وجہ سے ہر لحاظ سے برابر سلوک کو یقینی بنایا جائے۔ آخر میں، جنگ کے وقت (۱۹۴۹) میں شہری افراد کے تحفظ سے متعلق آرٹیکل ۲۷ جنیوا کنونشن IV میں خصوصی طور پر بیان کیا گیا ہے کہ خواتین کو ان کے عزت پر کسی بھی حملے سے، خاص طور پر عصمت دری، جسم فروشی اور کسی بھی قسم کی بے حیائی کے خلاف تحفظ دیا جائے گا۔[16]

لیکن جی وی چہارم کے آرٹیکل ۲۷ پر ہونے والی تنقیدوں کو یہ قرار دیا گیا ہے کہ وہ جنسی تشدد کی دیگر اقسام کے خلاف تحفظ فراہم نہیں کرتا ہے اور اسے بین الاقوامی قانون کی سنگین خلاف ورزیوں کے دائرے میں نہیں لاتا ہے۔[۱۷] تاہم، ان حقوق اور ضمانتوں کے باوجود، جنیوا معاہدات اور ان کے اضافی پروٹوکول کی دفعات کی ایک بڑی خرابی یہ بھی ہے کہ خواتین کے حقوق، ان کی عزت اور خاندانی حقوق کے تناظر میں شامل کیے گئے ہیں، جبکہ جنگ کا نشانہ بننے کی حیثیت سے نہیں۔ لہذا، زیادہ تر خواتین کی بحثیت ماؤں اور دیکھ بھال کرنے والوں کی حیثیت سے حفاظت یقینی بنائی گئی ہے اور ان کے ظلم کا شکار ہونے کے بنیادی پہلو کو نظر انداز کیا گیا ہے۔ یہ بھی زیر بحث ہے کہ جنسی تشدد اور عصمت دری کی کارروائیوں کو جنگی جرائم کی حیثیت سے نہیں بلکہ معاشرتی جرم قرار دیا گیا ہے۔ اگرچہ، جینوا معاہدات میں کہا گیا ہے کہ فریقین کو معاہدات کی سنگین خلاف ورزی کرنے یا ایسا کرنے کا حکم دینے والے افراد کے خلاف تعزیری سزائیں کرنی چاہئیں لیکن اس کے برعکس خواتین کے خلاف جنگی جرائم کے مقدمے چلانے سے متعلق کوئی خاص شق نہیں ہے۔[۱۸]

تاہم، ایک قابل ذکر اقدام "ہنگامی اور مسلح تنازعہ میں خواتین اور بچوں کے تحفظ سے متعلق اعلامیہ" کو اپنانا تھا، جس کا اعلان ۱۴ دسمبر ۱۹۷۴ء، کے جنرل اسمبلی کی قرارداد ۳۳۱۸ (XXIX) میں کیا گیا، جہاں خواتین اور بچوں پر حملوں کی ممانعت تھی اور تمام ریاستوں اور دیگر تنظیموں کو پابند کیا گیا تھا کہ وہ مسلح تنازعات کے دوران خواتین اور بچوں کو بچاتے اور ہر طرح کے غیر انسانی سلوک بشمول قید، تشدد، قتل عام، اجتماعی گرفتاری، اجتماعی سزا، مکانات کی تباہی اور جبری بے دخلی پر پابندی عائد تھی۔[۱۹] تاہم، مسئلہ ابھی بھی جاری ہے کیونکہ اگرچہ یہ اعلامیہ اقتصادی اور سماجی کونسل کی سفارش پر اپنایا گیا تھا لیکن جنرل اسمبلی کی قراردادیں ریاستوں کو پابند نہیں کرتیں، لہذا، خواتین اور بچوں کے تحفظ کو ابھی بھی خطرہ لاحق ہے۔

بچوں کی بھرتی بھی سی آر سی کے آرٹیکل ۳۸ اور مسلح تنازعات میں بچوں پر اختیاری پروٹوکول ۲۰۰۰ کی خلاف ورزی ہے مسلح تنازعات میں بچوں پر اختیاری پروٹوکول ۲۰۰۰۔[۲۰] اس کے علاوہ بچوں کو مسلح تنازعات کے دوران بھی اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جو بین الاقوامی قانون کی بھی خلاف ورزی ہے۔[۲۱]

اسلامی قانون

اسلامی قانون میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ صرف جنگجوؤں سے لڑائی کی جا سکتی ہے اور غیر جنگجوؤں سے نہیں لڑا جا سکتا۔ اس سلسلے میں قرآن پاک کا ارشاد ہے کہ:

> "اور خدا کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک خدا حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔" قرآن ۲: ۱۹۰

اسلامی قانون جنگ کے حوالے سے جہاں تک اسلامی قانون اور مسلح تصادم میں خواتین اور بچوں کی شرکت کا تعلق ہے تو ایک ایسے معاشرے میں حضور اکرم ﷺ کی پرورش ہوئی جو وحشی جنگوں کے لئے مشہور تھا۔ مختلف قبائل چھوٹے چھوٹے معاملات کے لئے لڑتے تھے اور یہ جنگیں نسل در نسل جاری رہیں۔ جنگجوؤں اور غیر جنگجوؤں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ خواتین، بچوں اور جنگی قیدیوں کو بے رحمی کے ساتھ قتل کرتے تھے۔ عرب ایک کی جگہ سینکڑوں افراد کو قتل کر کے انتقام لیتے تھے اور لاشوں کو مسخ کر کے، جسموں کی کھوپڑی میں شراب پیتے اور مسخ کرنے کے بعد جسم کے اعضاء کھا کر انتقام لیتے تھے۔ یہ مظالم غیر مسلموں نے مسلمانوں کے خلاف بھی کیے تھے یہاں تک کہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے جسم کو بھی مسخ کر دیا گیا تھا۔[۲۲] خواتین، بچے اور بوڑھے حملے سے محفوظ نہیں تھے۔[۲۳]

تاہم، حضور نبی اکرم ﷺ نے میدان جنگ میں اصلاحات متعارف کروائیں اور حکم دیا کہ جو بھی حالات ہوں ان کا سختی سے اتباع کریں۔ آنحضرت ﷺ نے فتح مکہ کے وقت اپنی فوج کو حکم دیا کہ "کسی زخمی شخص کو قتل نہ کرو، کسی مُدبِر کا پیچھا نہ کریں (جو لڑائی سے پیٹھ پھیرے اور بھاگ جائے)، کسی قیدی کو پھانسی نہ دو۔ اور جو بھی اپنا دروازہ بند کر دیتا ہے وہ سلامت ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی متعدد دوسری روایات میں بھی واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ جنگ کے دوران غیر مقاتلین جن میں عورتیں، بچے، بیمار، کمزور، بوڑھے، کسان، کاہن، سیاح اور ایسے دوسرے افراد شامل ہیں ہلاک نہیں ہونے چاہیے۔[۲۴]

متعدد روایات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کی گئیں جہاں انہوں نے پانچ اقسام کے لوگوں کو غیر جنگجو قرار دیا۔ ان میں خواتین، بچے، بوڑھے، پادری، اور، (غلام یا لوگ میدان جنگ میں دشمن کی کچھ خدمات انجام دیتے ہیں، لیکن جو اصل دشمنی میں حصہ نہیں لیتے، شامل ہیں۔ ان میں خواتین اور بچے بھی شامل ہیں۔[۲۵]

اس کے علاوہ بہت ساری روایات کا حوالہ دیا گیا ہے، جو مسلح تصادم کے اصول وضوابط کو طے کرتی ہیں، جن میں سے کچھ مثالیں یہ ہیں:

"کسی بوڑھے، کسی بچے اور کسی عورت کو مت مارو۔"[۲۶]

متعدد روایات میں یہ بھی نقل کیا گیا ہے کہ ایک موقع پر، جب لڑائی ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ایک ایسی عورت دیکھی جس کو اس لڑائی کے دوران ہلاک کیا گیا تھا، اس پر انہوں نے فرمایا:

"یہ لڑنے والی نہ تھی۔" اس کے بعد، نبی اکرم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور ان میں سے ایک سے کہا، "خالد بن الولید کے پیچھے جاؤ (اور اسے بتاؤ) کہ وہ بچوں یا عورتوں کو قتل نہ کرے۔"[۲۷]

ایک اور موقع پر نبی اکرم (ﷺ) نے صاف صاف فرمایا ہے کہ:

"ضعیف بوڑھے، چھوٹے بچوں اور خواتین کو مت مارو۔"

اسلامی قانون کی مذکورہ بالا عبارتیں یہ واضح کرتی ہیں کہ غیر جنگجو حملے سے محفوظ ہیں اور مسلمان فقہاء اس پر متفق ہیں۔[۲۸] تاہم، اس ٹوم پر، خواتین اور بچوں نے مسلح تنازعات میں حصہ نہیں لیا اور اگر اب وہ مسلح تنازعات میں حصہ لیتے ہیں تو، اپنا تحفظ کھو دیں گے۔ یہ حقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک روایت سے بھی واضح ہو جاتی ہے جس کے مطابق نبی اکرم ﷺ سے ان خواتین اور بچوں کے بارے میں پوچھا گیا جو رات کے وقت حملے میں مارے جاتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اور اگر وہ لڑتے ہیں تو دفاع میں مارے جائیں گے۔"[۲۹]

لہٰذا اگرچہ مسلم فقہاء کے مابین یہ اجماع ہے کہ میدان جنگ میں غیر جنگجوؤں کو ہلاک نہیں کیا جاسکتا ہے، تاہم یہ معاہدہ بھی ہے کہ اگر غیر جنگجو جنگ میں حصہ لیتے ہیں تو انھیں ہلاک کیا جاسکتا ہے۔[۳۰] ڈاکٹر حمید اللہ کی رائے یہی ہے کہ تمام مرد اراکین کے لڑاکا ہونے اور خواتین کے غیر جنگجو ہونے کی بات آج کی دنیا میں لاگو نہیں ہوتی۔[۳۱] تاہم، بچوں کے بارے میں، یہ احکامات ہیں کہ اگر لڑائی ختم ہونے کے بعد بچوں کو پکڑ لیا جاتا ہے تو، انھیں ہلاک نہیں کیا جاسکتا۔[۳۲] اگرچہ، کچھ فقہا کہتے ہیں کہ اسلام میں جنگ کی وجہ کفر ہے لیکن انہوں نے اس بات سے بھی اتفاق کیا گیا ہے کہ اسلام میں خواتین اور بچوں کو دیئے گئے عام تحفظ کی وجہ سے انہیں قتل نہیں کیا جاسکتا ہے۔[۳۳]

مسلح تصادم کے اسلامی قانون کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ اسلامی قانون کے ذریعہ متعارف کرائے گئے مسلح تصادم کے اصول کم و بیش بین الاقوامی قانون انسانیت جیسے ہیں۔ مزید یہ کہ مسلح تصادم کے اسلامی قانون نے بین الاقوامی مسلح تنازعہ کو غیر بین الاقوامی مسلح تصادم سے بھی ممتاز کیا ہے۔[۳۴]

تاہم، بین الاقوامی قانون کے برعکس، اسلامی قانون بین الاقوامی قانون انسانیت کی طرح قانون کے الگ الگ شعبوں میں پر بھی توجہ نہیں دیتا، اور اسلامی قانون میں، بین الاقوامی قانون انسانیت کے محقق کو مکمل طور پر اسلامی قانونی نظام کے بارے میں عمومی معلومات کی ضرورت ہے۔ مسلح تصادم پر قابو پانے کے قواعد کو سمجھنے کی ضرورت ہے، کیونکہ اسلامی قانون کے عام اصولوں کا اثر قانونی نظام کی دوسری شاخوں پر پڑتا ہے۔ اسلامی قانون میں مسلح تصادم پر سیر اور جہاد کے ابواب کے تحت بحث کی گئی ہے۔ تاہم، اس معاملے پر علمی گفتگو مختلف فقہاد کے نزدیک مختلف ہے۔ تاہم اس ضمن میں ہونے والے کام سے، یہ کہا جاسکتا ہے کہ امام ابن حنبل اور امام مالک نے اس معاملے پر بہت کم توجہ دی، جبکہ، امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے اس شعبے میں سیر حاصل قانونی گفتگو کی ہے۔[۳۵]

نتیجہ

بین الاقوامی قانون انسانیت میں طے ہو چکا ہے کہ مسلح تنازعات میں خواتین کی شرکت، اگرچہ مردوں سے کم ہے لیکن انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اگرچہ مسلح تنازعات میں بچوں کی شرکت پر پابندی عائد کی گئی ہے، لیکن دراصل دنیا میں مختلف ریاستوں اور خطوں میں بچوں کی مسلح تصادم میں شرکت اور بھرتی بھی بہت عام ہے۔ خواتین کی مسلح تصادم میں حصہ لینے کی صورت میں وہ جنگجو بن جاتی ہیں اور اگر جنگجوؤں کے لئے مقرر کردہ دیگر شرائط پوری ہو جاتی ہیں تو اس کے نتیجے میں وہ اپنا تحفظ کھو دیتی ہیں۔ تاہم، مسلح تنازعات میں بچوں کی شرکت کی صورت میں ان کے بارے میں قواعد واضح نہیں ہیں، کیونکہ وہ ایک طرف بعض حالات میں جنگجوؤں کی شرائط کو پورا کر سکتے ہیں، لیکن دوسری طرف ان کی عمر کی بنیاد پر عام استثناء کا بھی دعوی کر سکتے ہیں۔ جبکہ اسلامی قانون کے تحت خواتین اور بچوں کو مسلح تصادم میں حصہ لینے سے واضح طور پر ممانعت نہیں کی گئی ہے، لیکن وہ مسلح تصادم میں حصہ لینے تک محفوظ افراد کے زمرے میں آتے ہیں۔ خواتین کی شرکت کی صورت میں، وہ جنگجو سمجھی جائیں گی اور ان کے ساتھ بھی اسی طرح سلوک کیا جائے گا جیسا جنگجوؤں کے ساتھ کیا جاتا ہے، تاہم، بچوں کی شرکت کی صورت میں، وہ صرف مسلح تصادم کے دوران اپنا تحفظ کھو دیتے ہیں البتہ اگر وہ اسلام کے عام قوانین کے مطابق جرائم کے لیے ذمہ دار نہیں قرار دیے جاسکتے تو وہ مسلح تصادم کے دوران کیے گئے اعمال کے بھی ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

حوالہ جات

---

1. Judith Gardam and Hilary Charlesworth, "Protection of Women in Armed Conflict", JSTOR, The Johns Hopkins University Press, Vol. 22, No. 1 (Feb., 2000), pp. 148-166.
2. Natalia Buchowska, " Violated or protected. Women's rights in armed conflicts after the Second World War", International Comparative Jurisprudence, Volume 2, Issue 2, December 2016, Pages 72-80.
3. Donald Steinberg, "Protection and Participation: Women and Armed Conflict", 10 SEPTEMBER 2008, available at https://www.crisisgroup.org/global/protection-and-participation-women-and-armed-conflict, last accessed on 02-12-2019.

4. Pasi Loman, "No Woman No War: Women's Participation in Ancient Greek Warfare Greece & Rome", Cambridge University Press, Vol. 51, No. 1 (Apr., 2004), pp. 34-54.
5. Iman Zhianpour, "Humanitarian Protection of Women in Armed Conflicts", Mediterranean Journal of Social Sciences, MCSER Publishing, Rome-Italy, Vol 6 No 3 S2, May 2015, 40.
6. Elisabeth Rehn and Ellen Johnson Sirleaf, "Focus: Women, Gender and Armed Conflict", Geneva, Vienna Austria, Austrian Development Corporation.
7. Buchowska, "Violated or protected", 72-80.
8. Ibid.
9. Zhianpour, "Humanitarian Protection of Women in Armed Conflicts", 40.
10. Ibid.
11. Rehn and Sirleaf, "Focus: Women, Gender and Armed Conflict".
12. Anuradha K. Rajivan and Ruwanthi Senarathne, "Women in armed conflicts: Inclusion and exclusion", Asia-Pacific Human Development Report Background Papers Series, 2010/11, 4-7.
13. Jason Hart, "Children's Participation in Humanitarian Action: learning from zones of armed conflict", document prepared for the Canadian International Development Agency (CIDA), Refugee Studies Centre, University of Oxford February, 2004.
14. Onyango Rachael, "Participation of children in Armed Conflict: A Case study of Marsabit district 1991-2005", A Project in partial Fulfillment of the Requirements for the Award of the Degree of Master of arts in armed Conflict and Peace Studies of the University of Nairobi, 2012.
15. Zhianpour, "Humanitarian Protection of Women in Armed Conflicts", 40.
16. Buchowska, "Violated or protected", 72-80.
17. Gardam, "Women, human rights and international humanitarian law".
18. Buchowska, "Violated or protected", 72-80.
19. Declaration on the Protection of Women and Children in Emergency and Armed Conflict Proclaimed by General Assembly resolution 3318 (XXIX) of 14 December 1974, available at

https://www.un.org/en/genocideprevention/documents/atrocity-crimes/Doc.19_declaration%20protection%20women%20armed%20conflict.pdf, last accessed on 12-12-2019.

20. Stefano Berti, "Rights of the Child in Pakistan" (Report prepared for the Committee on the Rights of the Child 34th session – Geneva, September 2003, (Geneva, OMCT, 2003), 5-6.

21. Susan Tiefenbrun, "Child Soldiers, Slavery, and the Trafficking of Children", TJSL Legal Studies Research Paper No. 1020341, (October 2007). Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=1020341or http://dx.doi.org/10.2139/ssrn.1020341, last accessed on 20-10-2019.

22. Muhammad Munir, "The Prophet (Peace be Upon Him)'s Merciful Reforms in the Conduct of War: The Prohibited Acts", INSIGHTS: 'Mercy for the World', Vol. 2, Nos. 2-3, Winter 2009-Spring 2010, (April 17, 2011), 223-25. Available at SSRN: https://ssrn.com/abstract=1813063, last accessed on 20-10-2019.

۲۳۔ ابو الاعلیٰ مودودی، الجہاد فی الاسلام، (لاہور؛ ادارہ ترجمان القران)، ۱۹۸

24. Munir, "The Prophet (Peace be Upon Him)'s Merciful Reforms in the Conduct of War: The Prohibited Acts".

25. Dr Ahmed Al-Dawoody, "Islam and international humanitarian law: An overview", Humanitarian law and Policy, ICRC, March 14, 2017. Available at https://medium.com/law-and-policy/islam-and-international-humanitarian-law-an-overview-78d2df80712f, last accessed on 12-12-2019.

۲۶۔ (بحوالہ ابوداؤد، بخاری جلد ۴، نمبر ۲۵۸، ۴۳۲۰)

27. Sahih Muslim, Book No. 19, Hadith: 4319, Sahih Muslim, Book No. 19, Hadith: 4320.

28. Dr. Mahmood Ahmad Ghazi, Islam ka Qanune Bain al Mamalik, (Islamabad: Shariah Academy, International Islamic University Islamabad), 338-9.

29. Sahih Muslim, Book No. 19, Hadith: 4321, Sahih Muslim, Book No. 19, Hadith: 4322, Sahih Muslim, Book No. 19, Hadith: 4323.

۳۰۔ محمد مشتاق احمد، جہاد، مزاحمت اور بغاوت، (گجرانوالہ: الشریعہ اکیڈمی)، ۴۰۴

31. Muhammad Hamidullah, Muslim Conduct of State, (Lahore: 1961).

۳۲۔ دکتور وہبہ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، (کوئٹہ؛ مکتبہ رشیدیہ، ۲۰۰۱) ۵۸۵۵-۵۸۲۶

۳۳۔ ایضاً

34. Dr Ahmed Al-Dawoody, "Islam and international humanitarian law: An overview", Humanitarian law and Policy, ICRC, March 14, 2017. Available at https://medium.com/law-and-policy/islam-and-international-humanitarian-law-an-overview-78d2df80712f, last accessed on 12-12-2019.

35. Nesrine Badawi, "Islamic jurisprudence and the Regulation of Armed Conflict", program on Humanitarian policy and Conflict Research, Harvard University, February 2009, available at https://reliefweb.int/sites/reliefweb.int/files/resources/8FC97823516EEEDA4925762E001ABDA8-Harvard_Feb2009.pdf, last accessed on 11-12-2019.